اجتماعی عدالت قرآن اور حدیث کی روشنی میں

کنیز فاطمہ (پاکستان)[۱]

اشاریہ:

معاشرہ انسانوں سے تشکیل پانے والے ایسے مجموعہ کو کہتے ہیں جو باہمی طور پر یکساں زندگی بسر کرتے ہیں اور اپنی ضرورتِ زندگی کو پورا کرنے میں اور زندگی کے مختلف امور کی انجام دہی میں ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں ۔ جن میں سے ایک عدالت قیام کرنا ہے۔

عدالت، منجملہ اہم بحثوں میں سے ہے جو تمام الہی ادیان، حکماء اور سیاسی و سماجی علوم کے ماہرین میں مشترک ہے نیز جو ہمیشہ انسانی علوم و معارف کے مختلف میدانوں میں مورد توجہ رہی ہے۔ اسلام میں عدل و انصاف پر بہت زور دیا گیا ہے چوں کہ یہ وہ وصف ہے جسے اپنانے والی اقوام سربلندی و سرفرازی سے ہم کنار ہوتی ہیں اور جن معاشروں میں اس گوہر گراں مایہ سے محرومی پائی جاتی ہے وہ رُوبہ زوال ہو کر تباہی و بربادی سے دوچار ہوجاتی ہیں۔ اسلامی نظام میں عدالت اور بالخصوص اس کا نفاذ اسلامی حکومت کے اہم مقاصد میں سے شمار ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں انبیاء الہی کی بعثت کا مقصد، معاشرہ میں عدل و انصاف کے سایہ میں انسانوں کی اجتماعی و انفرادی سعادت کا حصول قرار دیا گیا ہے۔

بنیادی الفاظ: معاشرہ، انصاف، قرآن، اجتماعی عدالت، انقلاب اسلامی۔

۱. ایم فل تفسیر و علوم القرآن.

مقدمہ:

عدل نہ صرف انسان کی ایک اہم ضرورت رہی ہے بلکہ ایک مثالی، فطری اور ازلی معیار بھی ہے۔ نتیجے کے طور پر، یہ ہمیشہ سب سے اہم انسانی خدشات میں سے ایک رہا ہے، بشمول تمام فلسفیوں اور مفکرین کے بنیادی اور مرکزی تصورات بالخصوص سیاست کے میدان میں۔ انصاف کا احساس اور انصاف کا قیام تمام ثقافتوں اور تاریخی ادوار میں ایک مستقل انسانی خواہش رہی ہے اور ہے، اور اسے زندگی کے فوائد میں سے ایک سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا، ایک بنیادی اصول کے طور پر انصاف نظریاتی توجہ اور مسلسل تحقیق کی ضرورت ہے۔

عام طور پر، جو چیز ہمیں انصاف کے بارے میں سوچنے پر مجبور کرتی ہے وہ بہتر ہونے، بہتر زندگی گزارنے اور بہتر ہونے کی فکر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ خود کو فطرت کے ساتھ بہتر زندگی کی طرف چھوڑنا۔ سچا انصاف انسانوں میں جڑا ہوا ہے شہید آیت اللہ مطہری لکھتے ہیں: "میں اس بات پر زور دیتا ہوں کہ اگر ہمارا انقلاب سماجی انصاف کے قیام کی طرف نہیں بڑھے گا تو یہ یقینی طور پر کامیاب نہیں ہوگا اور ایک خطرہ ہے کہ ایک اور نوعیت کا انقلاب اس کی جگہ لے لے گا۔" (مطہری، ۱۳۷۲: ۶۰)

ظاہر ہے کہ ایسے حساس مسئلے پر گہری تحقیق اور بحث کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کا سب سے اہم فائدہ سماجی انصاف کے پوشیدہ اور تاریک گوشوں کو تسلیم کرنا ہے، جس پر اسلامی سیاسی نظام کا تحفظ بھی منحصر ہے۔

مفہوم عدالت

لفظ «عدل» کے لغت میں کئی معنی ہیں جیسے؛ مساوات، برابری، سچائی اور راست ایستادن، مساوی، نظیر، کیل و پیمانہ اور مساوات، اعتدال اور اعتدال کی پابندی، انصاف اور حق و انصاف کی حکمرانی، شخص، وعدہ یا سزا جو لوگوں کے رضایت و خشنودی کے لیے واقع ہو، جور کا مخالف اور... استعمال ہوتا ہے۔ (الفراہیدی، ۱۴۰۹: ۲، ۳8 — 04؛ العسکری، ۱۴۰۰ق: 353؛ ابن اثیر، ۱۳۶۷ش: 3، 091 — 191؛ ابن منظور، ۱۴۱۴ق: 11،034 — 433)۔

سید علی اکبر قرشی نے کتاب لغت قرآن (قریشی، 1412ق: ۴، ۱۰۳) میں مذکورہ بالا معانی کو جانچنے کے بعد انصاف کے بنیادی معنی کو "مساوات" سمجھا ہے۔ راغب اصفہانی نے بھی عدل کی اصلی معنا مساوات

کو بیان کیا ہے. (خسروی، 5731: 2، ص465).۔

اصطلاح میں عدالت سے مراد حق اور اہلیت کی پابندی ہے۔ عدالت کی یہ تعریف مسلم مفکرین کے نزدیک رائج ہے، لہٰذا انہوں نے اعدالت کی تعریف" «اعطاء کل ذی حق حقه، پورے حقدار کو دینا" کے طور پر کی ہے، علامہ طباطبائی کہتے ہیں: یعنی ہر حقدار کو حق دینا اور اس کے حقوق ان تک پہنچانا اور ہر چیز کو اس کی جگہ پر رکھنا۔ (طباطبایی، ۱۴۱۷ق: ۱، ۱۷۳.) ۔

عدالت، خدائی واضح صفات میں سے ایک صفت ہے جس کا مطلب انسانی فضائل میں سب سے بڑی فضیلت، انسانی وجود میں رسوخ کرنے والی ہمیشگی طاقت، جنودِ عقل میں قرار پاتے ہوئے حق و باطل کی تشخیص کا معیار، انسان اور سماج کی پہچان کا انتہائی مقصد، سیرت انبیاء اور اوصیائے حق کی پہچان کا معیار، قابلیتوں کے بار آور ہونے اور ان کے رشد کا سبب اور انسانی معاشروں کو سکون اور وسعت بخشنے کے اسباب میں سے ایک سبب وغیرہ ہیں۔

مقاییس اللغہ میں آیا ہے کہ یہ دو متضاد اصلوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ پہلی اصل میں استواء اور دوسری اصل میں ٹیڑھے ہونے کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔

تحقیقی اعتبار سے عدل کا مادہ ایک ہی اصل میں استعمال ہوتا ہے جس کا معنی افراط و تفریط کا وسط اور درمیان ہے اس طرح سے جس میں نہ تو کمی ہو اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی زیادتی ہو۔ اسی اصل کی مناسبت سے اقتصاد، مساوات، قسط اور استقامت کے لیے کسی ایک اضافی قید اور شرط کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ جب اسی لفظ کو **عن** کے ساتھ استعمال کرتے ہیں تو یہ اعراض اور انصراف کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اس معنی میں استعمال کی وجہ لفظ عدل کا عن کے ساتھ ہونا ہے کیونکہ کلمہ عن انصراف کے معنی کو بیان کرتا ہے ۔ (مصطفوی، ۱۳۶۸ش: ۸، ۵۳)

لفظ قسط، انصاف کے مانند دو اہم معنی ہیں کہ جو متضاد بھی ہیں۔ قسط کسر سے عدل کی معنا اور قَسط فتح جور کی معنا میں ہے۔ (ابن فارس، بی تا: 5، ص85)

سماجی عدالت

اگرچہ سماجی انصاف کے بارے میں آج کل بہت سی باتیں ہو رہی ہیں۔ لیکن یہ اصطلاح سماجی علوم اور انسانیت کے مطالعہ کے میدان میں مبہم تصورات میں سے ایک ہے۔ کیونکہ معاشرے کے میدان کو سیاست،

معاشیات اور ثقافت کے شعبوں میں رکھا جا سکتا ہے، اور اسے معاشرے کی پیچیدگی کی وجہ سے سیاسی، ثقافتی اور اقتصادی شعبوں سمیت مقدمات کا ایک وسیع مجموعہ سمجھا جا سکتا ہے۔ آج، جب انصاف کی بات آتی ہے تو، سماجی جہت پر اکثر غور کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے تصورات اور عنوانات میں سے کسی میں بھی انصاف اتنا وسیع اور اہم نہیں ہو گا جتنا دوسرے لحاظ سے سماجی انصاف، جس میں سیاسی، ثقافتی اور معاشی دائرے شامل ہیں۔

عدالت اجتماعی کا مطلب ہے کہ معاشرے کے میدان میں تناسب، حق اور قابلیت کا احترام کریں۔ اس تعریف میں، ہر گروہ، اور طبقہ اپنی مناسب جگہ پر ہونا چاہیے اور دوسروں کی پوزیشن کی تلاش میں نہیں ہونا چاہیے۔ معاشرتی انصاف معاشرے کے ارکان کے حالات اور اعمال پر مبنی ہوتا ہے، اور ہر ایک کا درجہ ان کی قابلیت سے طے ہوتا ہے۔ (بیات، 1398: ۳۷۶.)

سماجی عدالت انسانی معاشرہ کے اتحاد، اختلاف و افتراق سے اجتناب کے اہم ترین اسباب میں سے ہے اس کے برخلاف غیر عادلانہ سماج تمام قسم کے اجتماعی فسادات، اختلافات اور افتراقات کا سرچشمہ ہے۔ معاشرہ اور سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور عدالتی مراکز میں عدل و انصاف کے مسئلہ پر حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ اور تاکید اس اہم چیز کو بیان کر رہی ہے کہ امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ عدالت کو نہ صرف ایک انفرادی صفت یا فضیلت سمجھتے ہیں بلکہ اسے ایک اجتماعی و سیاسی صفت قرار دیتے ہیں۔ ان کی نگاہ میں عدالت سیاسی و اجتماعی قوانین پر مبنی ایک صفت ہے نیز سیاسی و اجتماعی مراکز و گروہوں کی ایک خصوصیت ہے اور اس سے بھی اہم بات یہ کہ عدالت، انسانی سماج کی ایک خصوصیت و صفت ہے۔

دوسری طرف سے حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں توحید پر مبنی سماج میں خدائی عدالت تمام قسم کے امور کا سرچشمہ ہے لہٰذا سماج میں نفاذِ عدالت عدل الٰہی اور توحید کا ایک حصہ ہے۔ کیونکہ توحیدی سماج میں تمام قسم کے امتیازات مٹ جاتے ہیں اور صرف تقویٰ تمام امور کا معیار ہوتا ہے۔

ایک عہدیدار سماج کے سب سے نچلے شخص کے برابر ہے، خدائی اور انسانی معیار و ضوابط تمام عہد و پیمان کی بقا، یا روابط منقطع کرنے کی بنیاد ہے۔ (خمینی، ۱۳۷۸: ۵، ۸۱)

اسی بنیاد پر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ معاشرہ میں عدل الٰہی اگرچہ نسبتی طور پر ہی ہو اس کا نفاذ ممکن ہے اور اس بنیاد پر معاشرہ میں عدالت کے نفاذ کے لئے انسان قدم اٹھا سکتا ہے چاہے وہ حکومت کی تشکیل کی صورت میں ہو یا سیاسی نظم و ترتیب ایجاد کرنے کی شکل میں ہو۔

حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ میں اسلام ہی صرف وہ دین ہے جس نے مکمل طور پر تمام پہلوؤں میں عدالت کے نفاذ کو پیش کیا ہے اور اس کی پہچان اور اس کے احکام پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں سماج میں اس طرح کی عدالت برپا کی جاسکتی ہے۔ ایسا اسلام جس میں عدالت ہو، وہ اسلام جس میں ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہو۔ (خمینی، مصدر سابق)

انصاف شہید مطہری کے نقطہ نظر سے:

وہ کہتے ہیں: انصاف کے وسیع معنی ہیں: حقدار کو بغیر کسی امتیاز کے حقوق دینا۔ اگر کسی حقدار کا حق ادا نہ ہو تو یہ انصاف کے خلاف ہے۔ اسی طرح اگر امتیازی سلوک کیا جائے اور کچھ کا حق دیا جائے اور دوسروں کا حق نہیں دیا جائے، یہ بھی انصاف کے خلاف ہے۔ اس لحاظ سے انصاف مساوات سے وابستہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سب کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے اور امتیازی سلوک نہ کیا جائے۔ اس طرح کی مساوات انصاف کی ضرورت ہے یعنی ہر کسی کو اس کی قابلیت کے مطابق دینا اگر وہ بہت زیادہ مستحق ہے تو اسے بہت کچھ دیا جانا چاہیے اور اگر وہ تھوڑا مستحق ہے تو اسے تھوڑا دیا جائے اور اس سلسلے میں کوئی امتیازی سلوک نہیں ہونا چاہیے۔) مطہری، ۱۳۷۲ش: ۶، ۴۶). اس طرح، معاشرتی انصاف درحقیقت ایک قدر ہے جس کے ذریعے معاشرے میں ہر کوئی اپنا حق حاصل کرتا ہے۔

عدل کی اہمیت قرآن کی نظر میں

شریعت کی زبان میں انصاف کے معنی کو سمجھنے کے لیے، کوئی بھی لغت کی کتابوں کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جو شریعت کے زمانے میں لکھی گئی تھیں یا مخصوص الفاظ کی کتابیں جو قرآن کریم کے الفاظ جاننے کے لیے لکھی گئی تھیں یا اس ادائیگی کی بہتر وضاحت کے لیے احادیث، اور قرآنی اور احادیث نصوص کا استعمال۔ اسلام میں عدل کی خاص اہمیت ہے۔

قرآن پاک میں انصاف کے اہم الفاظ اور مشتقات ۲۸ مرتبہ، قسط ۲۵ مرتبہ اور ظلم ۳۱۶ مرتبہ دہرائے گئے ہیں۔ یہ الفاظ مختلف معاملات میں استعمال ہوئے ہیں جیسے کہ خدائی انصاف، سزا میں انصاف وغیرہ، جنہیں مندرجہ ذیل چار اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱- دو چیزوں کا ایک ساتھ ہونا: (أَوْ عَدْلُ ذَالِكَ صِيَامًا مائدہ95)

۲- عدل الٰہی؛شَهِدَ اللهُ أَنَّهُ لَا إِلَاهَ إِلَّا هُوَ وَ الْمَلَئِكَةُ وَ أُوْلُواْ الْعِلْمِ قَائمًا بِالْقِسْطِ (آل عمران/۱۸ (□

۳- لوگوں کا عادل ہونا (يَأَيهُّا الَّذِينَ ءَامَنُواْ شهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُم المائدة/۱۰۶ (□

معاشرے کی سطح پر انصاف کی قدر اور عظمت قرآن کے نقطہ نظر سے ایسی ہے کہ اسے ایک ناقابل تلافی بنیادی اصول کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور خدا نے اسکا مضبوطی سے حکم دیا ہے اور اسے واجب قرار دیا ہے۔

٤- «اِن الله یامربالعدل...» (نحل/۹۰) انسانوں کے فردی اور اجتماعی اعمال کا عادلانہ ہونا مثلا قول میں عدالت (الانعام: 251)؛ فیصلہ میں عدالت (النساء: ۸۵)؛ لوگوں کی اصلاحات میں انصاف۔ (الحجرات: 9) «؛ کیل اور وزن میں عدالت (الرحمٰن: 9)؛ واعمال میں مکمل انصاف۔ (الحدید: 52؛النحل: 90.) □

عدالت اجتماعی معصومین علیہم السلام کی سیرت میں

یقینا یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ کسی بھی سطح کے تمام مدیر معصومین علیہ السلام کے طرز عمل اور آداب کی پیروی کر سکتے ہیں، خاص طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ اور امام علی علیہ السلام کی حکومت کے دوران کو نمونہ بنا سکتے ہیں۔ کیونکہ انبیاء کی تعلیمات اور ان کے مشنوں میں سے ایک اہم ترین فائدہ سماجی انصاف کے قیام کی دعوت ہے اور انصاف کے جوہر کو پھیلانے اور اسے لوگوں میں عملی بنانے کے لیے مسلسل کوششیں، اور انسانی معاشرے میں سماجی انصاف کی روح کو پھونک دینا، اور لوگوں کو "انصاف اور احسان" قبول کرنے پر مجبور کرنا۔

اور جس کو مذہب کی تعلیمات کا مختصر علم ہو، وہ سمجھ جائے کہ معاشرے میں انصاف کا انتظام اس روح کی مانند ہے جس سے دین خدا زندہ ہے، اور جب تک سماجی انصاف محقق انہ ہو، مذہبی مشن اور مذہبی فریضہ پورا نہیں ہوگا۔ (آرام، ۱۳۸۰ش: ۲، ۹۷) اور یہ کام دوسروں کے مقابلے میں اسلامی معاشرے کے رہنماؤں کے کندھوں پر بھاری ہے۔ علی علیہ السلام کی حکومت اور امامت کے دوران سماجی انصاف ایک جامع اور کثیر جہتی نمونہ تھا۔ امام علی علیہ السلام کا معاشرتی انصاف دو طرح سے منفرد ہے، پہلا یہ کہ سماجی انصاف کے بارے میں ان کا

عقیدہ ایک انسان کی حیثیت سے ہے دوسرا یہ ہے کہ وہ واحد مفکر تھے جنہوں نے اس نظریے کو عملی جامہ پہنایا، لیکن ایک حکومت اور ایک بڑی کثیر القومی برادری کے سربراہ کی حیثیت سے انہوں نے سماجی انصاف کے نظریات کو دین اسلام کے فریم ورک کے اندر عمل میں لایا۔) حمید، بی تا: ۱۹۴ (-

جب پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے مدینہ ہجرت کی اور اپنی مذہبی حکومت قائم کی، تو سماجی انصاف اس کی بنیادوں میں سے ایک تھا۔ پیغمبر ﷺ کے بنائے ہوئے نظام میں اور جو پیغمبر ﷺ کے شہر کا آئین تھا، تمام اصولوں اور قوانین پر قسط اور انصاف کا غلبہ واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس چارٹر میں ہر گروہ اپنی جگہ پر تھا اور دوسرے قبائل کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کو انصاف پر مبنی انداز میں بیان کیا گیا تھا۔ (وشنوی، ۱۴۱۶ ق: ۲۸۳ _ ۲۷۸)

مام علی علیہ السلام پہلے امام معصوم علیہم السلام نے بھی اپنی حکمرانی کا آغاز انصاف کی توسیع سے کیا اور ان کی ایک مشہور خصوصیت عدل اور قسط اور انصاف میں ان کی سختی تھی۔ مالک اشتر اور امام علی علیہ السلام کا معاہدہ، جو تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ اسلامی حکمران معاشرے کے مختلف طبقات کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرتا ہے، اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے. (نہج البلاغہ، نامہ ۵۳.)

شیعہ عقائد کے مطابق، سچا اور عالمگیر انصاف اس وقت حاصل ہوگا جب بارہواں امام معصوم علیہ السلام ظاہر ہوگا اور اپنی عالمی حکومت قائم کرے گا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے: "دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ میرے خاندان کا کوئی آدمی ظاہر نہ ہو.... وہ زمین کو قسطوں اور انصاف سے بھر دے گا" وہ جو اس کے سامنے ظلم سے بھرا ہوا ہے۔ (مالکی، ۱۴۲۲ ق: ۲۹۷.)

اجتماعی عدالت امام علی علیہ سلام کے گفتار میں:

امیر المومنین علی علیہ السلام نے حکومت کو انصاف کے حصول کے لیے قبول کیا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: «لَوْ لَا حُضُورُ الْحَاضِرِ وَ قِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُودِ النَّاصِرِ، وَ مَا أَخَذَ اللهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ أَنْ لَا يَقِرُّوا عَلَى كِظَّةِ ظَالِمٍ وَ لَا سَغَبِ مَظْلُومٍ، لَأَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلَى غَارِبِهَا، وَ لَسَقَيْتُ آخِرَهَا بِكَأْسِ أَوَّلِهَا؛ اگر حاضرین کی موجودگی اور انصار کے وجود سے حجت تمام نہ ہوئی ہوگئی ہوتی اور اللہ کا اہل علم سے یہ عہد نہ ہوتا کہ خبردار ظالم کی شکم پوری اور مظلوم کی گرسنگی پر چین سے نہ بیٹھنا تو

میں آج بھی اس خلافت کی رسی کو اسی کی گردن میں ڈال کر ہنکا دیتا اور اس کے اول کہ آخر ہی کے کاسہ سے سیراب کرتا ۔ (عبدہ، ۱۴۱۲ق، ا، ۳۶)

انہوں نے انصاف کے کردار کو یوں بیان فرمایا: «جَعَلَ اللهُ سُبْحَانَهُ الْعَدْلَ قِواماً لِلْأَنَامِ وَ تَنْزِيهاً مِنَ الْمَظَالِمِ وَ الْآثَامِ وَ تَسْنِيَةً لِلْإِسْلَامِ؛ خدا تعالی نے انصاف کو انسانوں کی بنیاد [اور ان کی زندگیوں کا ستون] اور ظلم اور گناہوں سے پاکی کا سبب اور اسلام کے نور کی روشنی قرار دیا ہے» (الآمدی، ۱۴۰۷ق، ا، ۳۳۵.) پھر فرمایا: «بِالْعَدْلِ تَصْلَحُ الرَّعِيَّه؛ انصاف کے ساتھ رعایا کی اصلاح ہوتی ہے۔ (عبدہ، مصدر سابق)

در حقیقت، جس معاشرے میں انصاف نہیں کیا جاتا اس میں انسانی زندگی اور روحانی زندگی کا فقدان ہے، اور ایک ایسا مذہب جس میں انصاف قائم کرنے کی کوئی کوشش نہیں ہے وہ گمراہ کن ہے، اور ایک ایسی حکومت جس میں انصاف قائم کرنا مقصد نہ ہو اور انصاف کو برپا کرنے کی کوشش نہیں کی جائے، وہ تباہی کے راستے پر ہے۔ کیونکہ عدل کے ذریعے دین اور لوگوں کی دنیا میں اصلاح ممکن ہے۔

اسلام میں عدل کا علمی مقام

اسلام توازن پر مبنی مذہب ہے، لہٰذا یہ لوگوں کو زندگی کے تمام شعبوں میں زیادتیوں کے خلاف خبر دار کرتا ہے، تاکہ جو چیز انسانی معاملات سے متعلق ہے وہ اس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بھی متوازن رہے۔ حق اور انصاف کی پاسداری، کیونکہ انصاف پر مبنی نظام مستحکم رہے گا۔ (امدی، ۱۴۱۰: ذیل واژہ عدالت)

زندگی کے بارے میں سوچنے کے اسلامی طریقہ کی وسعت اور اسے خالص معاشی اقدار سے ہٹ کر جاننا اور زندگی کو دوسری اقدار کے ساتھ جوڑنا جو کہ معاشرے کی بنیاد اور مستقل مزاجی ہے، اسلام کی طاقت معاشرے میں توازن پیدا کرنے اور انصاف کے حصول کے لیے انسانیت کا پورا حلقہ۔ مزید بناتا ہے۔ اسلام میں انصاف ایک عظیم انسانی مساوات ہے جو معاشی اقدار سمیت تمام اقدار کے توازن کو سمجھتی ہے اور یہ مساوات تمام حالات اور تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ (قطب، ۱۳۷۹: ، ۲۵، ۵۶.)

ایک معاشرہ جو زندہ رہنا چاہتا ہے اسے اس لحاظ سے متوازن ہونا چاہیے کہ ہر چیز اس میں موجود ہو اور اس میں مختلف ادارے بنائے جاتے ہیں، جیسے معاشی، سیاسی، ثقافتی، انتظامی، عدالتی، تعلیمی وغیرہ، سرگرمیاں اور

ملازمتیں معاشرے کے لوگوں میں مناسب طریقے سے تقسیم کیا جائے اور جتنے لوگ ضروری ہوں ان میں سے ہر ایک کو تفویض کیا جائے۔ معاشرے کے پورے نظام کو برقرار رکھنے کے لیے تمام مصالح کو نظر میں رکھنا ہوگا. (مطہری، بی تا: ۴۶.)

عدالت اجتماعی کے زمینہ

ہم نے کہا کہ انصاف حکومت اور عوام کے درمیان تعلقات، سماجی رسم و رواج اور معاہدوں، قوانین اور پروگراموں کے ساتھ ساتھ افراد کے ساتھ سلوک میں کرسٹلائزڈ ہے۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ انصاف ایک ہی صورتحال اور مختلف حالات میں ایک جیسا رویہ ہونا ہے، افراد کی صلاحیتوں، استحقاق اور ضروریات کے مطابق، یہ واضح ہے کہ ہمیں دو قسم کے رویے کا سامنا کرنا پڑتا ہے: ایک حکومت کا رویہ اور دوسرا شہریوں کے ساتھ اس کے منصوبہ ساز اور دوسرا شہریوں کا ایک دوسرے کے ساتھ رویہ۔ ان میں سے ہر ایک سماجی انصاف کے حصول یا عدم حصول میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے، اور جب تک ان کی ذہنیت، عقائد اور اعمال مذکورہ ہدف کے مطابق نہیں ہوتے، انصاف کے آئیڈیل کا ادراک کرنا ناممکن ہوگا۔

حکومت اور عوام دونوں کی طرف سے غیر منصفانہ رویے کا خاتمہ، حکمرانوں، منصوبہ سازوں، معاشی مینیجرز اور معاشرے میں افراد کے رویوں کو تبدیل کرنے پر منحصر ہے۔ یہ حالات اس وقت حاصل ہوتے ہیں جب معاشرے کے لوگ، تعصّبات اور امتیازی سلوک سے دور اور مذہبی عقائد کی بنیاد پر یا کم از کم انسانی اور عقلی خیالات کی بنیاد پر، معاشرے کے معاشی تعلقات کو انصاف کی بنیاد پر تشکیل دیتے ہیں۔اس کے لیے کرپشن کے خاتمے کی ضرورت ہوتی ہے۔ انتظامی آلات سے اور اقتصادی سرگرمیوں کو منظّم کرنے اور منصوبہ بندی کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

پیداواری سہولیات اور معاشی سرگرمیاں

اگر یہ حالات موجود ہیں تو حکومت کو لازمی طور پر پیداوار اور اقتصادی سرگرمیوں کی سہولیات عوام کے لیے دستیاب کرنی چاہئیں اور صحیح مالیاتی اور ٹیکس پالیسیاں قائم کرکے ان سرگرمیوں کی رہنمائی کرنی چاہیے۔ نیز، کچھ نظام بنا کر، یہ عمل کو کنٹرول اور درست کرنے اور لوگوں کی شناخت، تبدیلی اور تبدیل کرنے کی

کوشش کرتا ہے۔ پیداواری سہولیات اور معاشی سرگرمیاں صرف سرمائے، رقم اور کریڈٹ، سرمایہ دارانہ سامان اور زمین تک محدود نہیں ہیں۔ بلکہ سائنس اور ٹیکنالوجی کی عوامی تعلیم اور ٹکنالوجی کے عوامی استعمال کے امکانات، عدالتی اور تجارتی تحفظ، مصنوعات کی فروخت کے لیے مناسب منڈیاں بنانا، پیداوار اور تقسیم کے لیے محفوظ عمل پیدا کرنا اور کنٹرول کرنا، اور آخر میں مناسب قواعد و ضوابط طے کرنا پیداوار، تجارت اور تقسیم میں امتیازی سلوک اور ناانصافی کو ختم کریں۔

لیکن اگر ہم نے جو کہا ہے وہ سچ ہو جائے تو ہم سماجی انصاف سے بہت دور ہیں۔ کیونکہ ہم نے افراد کی معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی صلاحیت میں فرق پر توجہ نہیں دی ہے۔ معاشرے کا ایک بڑا حصہ قدرتی صلاحیتوں کی کمزوری، معاشرتی طور پر نافذ حالات، پیچیدگیاں اور حادثات، یا معاشی سرگرمیوں میں عمر کی کمی کی وجہ سے صحت مند معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے سے قاصر ہے، اور سماجی انصاف کے حصول کی منصوبہ بندی ان پر غور کیے بغیر کہیں نہیں جاتی گروپس ہمیں معاف کر دیں کہ ہم ترقی کے خیال میں اتنے مشغول ہیں اور طاقت کے لالچ میں ہیں کہ ہم اس آئیڈیل کو آسانی سے نظر انداز کر دیتے ہیں اور دلیل دیتے ہیں کہ ترقی کے لیے کرنسی اور ڈالر درکار ہوتے ہیں، اور ڈالر برآمدات کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے، اور یہ کہ برآمدات پر توجہ اور قبولیت ہے ریال کے زوال کے ساتھ ہی ممکن ہے لہٰذا ترقی کے لیے، ریال کی قدر کم ہونی چاہیے، چاہے قیمتیں بڑھ جائیں۔ برآمدات کو عالمی مارکیٹ کنٹرولرز کے ساتھ بھی مربوط ہونا چاہیے۔ للہذا آپ کو ان سے نمٹنا ہوگا اور روٹی کو قرض دینا ہوگا اور سختی نہیں کرنی پڑے گی، چاہے یہ نعروں اور مقاصد کو نظر انداز کرنے کی قیمت پر ہی کیوں نہ ہو۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہم کتنی آسانی سے قیمتوں میں اضافے کا آرڈر دیتے ہیں اور غریبوں کو تھکاوٹ اور دباؤ میں دبا دیتے ہیں۔ یہ درست ہے کہ قومی پیداوار میں اضافے کے ساتھ پورے معاشرے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں لیکن یہ درست ہے اگر تقسیم کا نظام درست ہو۔ کیا ہم طاقتور مغربی ممالک کے امیر متن میں غربت، اور مصیبت نہیں دیکھتے؟ کیا آپ کو ہمیشہ دیکھنے جانا ہے؟ کیا ہم حال سے نہیں سیکھ سکتے؟

ان طبقات کی طرف توجہ پروگراموں کے متن میں شامل ہونی چاہیے اور بنیادی اہداف میں سے ایک ہونا چاہیے، یہ نہیں کہ ہم دوسرے اہداف کی پیروی کریں اور کراس سیکشن ٹولز اور عارضی رہائش کے ذریعے اپنے پروگراموں سے ہونے والے نقصان کو کم کریں۔

ترقی کے عناصر اور عدالت اقتصادی

تمام معاشی نظام انصاف کو اپنا مقصد سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کی تشریح میں بنیادی اختلافات ہیں۔ اس لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اسلامی نقطہ نظر سے معاشی انصاف میں موثر عناصر کیا ہیں۔ اسلام معاشی انصاف کو دو عناصر پر منحصر سمجھتا ہے: عوامی فلاح و بہبود، اور دولت کی ایڈ جسٹمنٹ۔ (صدر، بی تا: ۳۰۳.)

عوامی فلاح و بہبود

اسلامی معاشرے میں زندگی کے حالات ایسے ہونے چاہئیں کہ معاشرے کے تمام افراد کو تمام شعبوں میں صحت کی مناسب سہولیات میسر ہوں (صحت، علاج، غذائیت، تعلیم، رہائش وغیرہ) ۔ عوامی فلاح و بہبود کا یہ تصور بھی معاشرے سے غربت کے خاتمے کا تقاضا کرتا ہے، اور اسے معیشت کے اہداف سے آزاد ہدف کے طور پر تجویز کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس سلسلے میں، ہم نے مختصر طور پر بتایا کہ غربت اور امارت معاشیات میں موثر تصورات ہیں کہ ہر مسلک اور سماجی مذہب کے خیالات اس اسکول کے پیروکاروں کے معاشی رویے اور اس کے معاشی نظام پر نمایاں اثر ڈالتے ہیں۔ مثال کے طور پر، ایک ایسا مذہب جو دولت کو تقدس بخشتا ہے اور غربت کو مقدس کرتا ہے، معاشی گفتگو میں ایک پیشے سے بالکل مختلف ہوگا جو کہ بالکل برعکس کہتا ہے۔ آیات اور خبروں میں غربت اور دولت کے معنی پر ایک نظر اسلامی تعلیمات میں ان دونوں مظاہر کی صحیح تصویر دکھاتی ہے۔ فقر اور امارت کو آیات اور احادیث میں چار معانی میں استعمال کیا گیا ہے، پہلے تین معنی جن میں ان دو الفاظ کے معاشی معنی نہیں ہیں۔

پہلا مطلب ذاتی غربت اور انسان کی مسلسل ضرورت خدا۔ قرآن کہتا ہے: «یا ایھاالناس انتم الفقراء الی اللہ و اللہ ھوالغنی الحمید» (فاطر/۱۵)

دوسرا معنی روح کی غربت ہے۔ ایک شخص جو اپنے آپ کو محتاج اور دولت اور رتبے کا غلام دیکھتا ہے، درحقیقت غربت اس کی نفس اور نفس میں پیوست ہے جو کہ بدترین غربت ہے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: «فقر النفس شرّالفقر؛ روح کی غربت بری ہے۔" (آمدی، مصدر سابق) یہ لالچ ہے جو نفس کو اندر سے جلا دیتی ہے۔

پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ فرماتے ہیں: «ایّاک و الطمع، فانّه فقر حاضر وعلیک بالیاس عما فی ایدی الناس.» (ابن ابی الحدید، بی تا: ۳، ۱۶۳.)

یہ غربت ایک قسم کی ذہنی بیماری اور ذہنی کمزوری ہے۔ یہ غریب جتنا کماتا ہے، اس کی غربت اتنی ہی بڑھتی ہے اور اس کے لالچ کے شعلے بڑھتے ہیں۔ اس کے برعکس، دوسروں کی دولت اور ان کے مقام کی پرواہ نہ کرنا اس بیماری کا علاج ہے۔

تیسرا معنی علم کی غربت ہے، اور دنیا کی سچائیوں کو نظرانداز کرنا اور اس کے برعکس بصیرت اور حکمت ہے۔

امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: «لاغنی کالعقل و لافقر کالجهل.» (مجلسی، ۱۴۰۳: ق ۱، ۹۴)

چوتھا مطلب جس پر ہم بحث کر رہے ہیں وہ ہے غربت اور مالی غربت۔ اسلامی نقطہ نظر سے، مالی غربت ایک مطلوبہ چیز نہیں ہے، بلکہ نفرت انگیز چیز ہے جو بڑے اخلاقی اور سماجی مسائل پیدا کر سکتی ہے۔ غربت بہت سی انسانی بدبختیوں کی وجہ ہے۔ بہت سے جرائم اور مجرموں کی جڑ مادی غربت میں تلاش کی جانی چاہیے، اور غربت کی مذمت عوامی فلاح و بہبود اور بنیادی ضروریات کے حصول اور افراد کی مناسب زندگی کا ثبوت ہے۔

امام صادق علیہ السلام نے ابراہیم خلیل کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: "اے خدا، غربت نمرود کی آگ سے زیادہ سخت ہے (الحیاۃ، ج ۴، ص ۲۸۰.)

لہٰذا، اسلامی معاشرے میں معاشی انصاف کا مطلب ہے غربت کا خاتمہ اور عوامی فلاح و بہبود (مناسب معاش) کی تخلیق، اور وہ آیات جو غریبوں کو خیرات کی چیز کے طور پر متعارف کراتی ہیں (خمس، زکوٰۃ، خیرات وغیرہ)، وہ ہے کہ خیرات عوامی فلاح و بہبود کے حصول کا ایک طریقہ اسلام کے معاشی مقاصد میں سے ایک سمجھا جاتا ہے: «واعلموا انما غنمتم من شیء فانّ لله خمسه و للرسول و لذی القربی و الیتامی والمساکین وابن السبیل» (انفال/۴۱)

نتیجے یہ ہے کہ، عوامی فلاح و بہبود (غربت کا خاتمہ اور مناسب معاش) پیدا کرنا اسلام کے معاشی مقاصد میں سے ایک ہے۔

تعدیل ثروت

اسلامی نقطہ نظر سے ایک اور معاشی عنصر دولت کی ایڈجسٹمنٹ ہے (صدر، بی جا: ۳۰۳.) اگرچہ جائیداد تک رسائی میں افراد کے درمیان فرق ناقابل تردید ہے۔ یہ ترقیاتی فرق کیا ہیں اور انسان جسمانی قابلیت، ذہنی، صبر، ہمت، مستعد، ذہانت اور جدت اور جسمانی قابلیت اور اس طرح کے لحاظ سے ایک دوسرے سے

مختلف ہیں۔ یہ اختلافات اس کی معاشی صورت حال کی وجہ سے سماجی طبقے کی طرف سے اس پر مسلط کردہ جبر کا نتیجہ نہیں ہیں، اور اسے ختم کرنا نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی مفید۔ کیونکہ یہ اختلافات انسانی تہذیب کے کاروان کو آگے بڑھاتے ہیں اور معاشرے کی نشوونما اور ترقی کے قابل بناتے ہیں۔ (جوادی آملی، ۱۳۹۳: ص۲۱۹؛ صدر، مصدر سابق.) ما لکم لاترجون لله وقارا وقد خلقکم اطوارا» (نوح/۱۴-۱۳). اس طرح، صلاحیتوں اور روحوں میں افراد کے ترقیاتی فرق کو قبول کرتے ہوئے، اسلام کہتا ہے کہ مادی تحائف سے لطف اندوز ہونے میں افراد اور معاشرے کے طبقات کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہونا چاہیے، اور اس لیے معاشرے میں توازن پیدا کرنا، دولت کو ایڈجسٹ کرنا حکم دیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ، سب سے پہلے، زیادہ تر لوگوں میں دولت کی کثرت خدا کی غفلت اور بد روحوں کی الجھن کا باعث بنتی ہے۔ «الھیکم التکاثر» (تکاثر/۱)

دنیا کے مال و متاع میں اسراف اور اس کی زیب و زینت اور دولت جمع کرنے کے مقابلے نے آپ کو اس اہم چیز یعنی اللہ رب العزت کی یاد سے محروم کر دیا ہے۔۔" (طباطبایی، مصدر سابق)

دوم، اگر دولت کہیں جمع ہو جائے تو معاشرے میں نیکی اور شہرت ختم ہو جائے گی، اور غریب غربت محسوس کرے گا، اور امیر نشہ اور مغرور ہو جائے گا، اور غریب شاید اس کے حصول کے لیے برے کام کرے گا جو ان کے پاس نہیں ہے۔ اس طرح، اسلام نے غربت کو روکنے کے لیے خود کو اخلاقی مشورے تک محدود نہیں رکھا، بلکہ دولت کی ایڈجسٹمنٹ اور معاشرے میں مادی استحصال کے فاصلے کو کم کرنا اپنے معاشی ہدف کے طور پر متعارف کرایا ہے۔ اسلام جس طریقے سے اس کو قبول کرتا ہے وہ باصلاحیت اور قابل لوگوں کو کوشش کرنے، کام کرنے اور اعلی دولت کے حصول سے روکنا نہیں ہے، بلکہ درج ذیل کام کر کے ایسا کرنا ہے:

امیروں سے غریبوں کے حقوق لینا

ثروتمند عام طور پر دوسروں کی حقوق ادا نہ کر کے بڑی رقم اپنے لئے فراہم کرتے ہیں اور حکومت اسلامیہ کا فرض ہے کہ دولت کے انبار کرنے سے روکے۔ مزید یہ کہ بعد اقتصادی (معاشی جہت) میں اسلامی اصول و ضوابط ایسے ہیں کہ وہ دولت جمع کرنے سے روکتے ہیں۔ قرآن پاک فرماتا ہے: والذین یکنزون الذھب و الفضّة ولاینقونها فی سبیل الله فبشّرھم بعذاب الیم» (توبہ/۳۴)

یہ عظیم آیت اور وہ تمام آیات جو خزانے اور دولت جمع کرنے سے منع کرتی ہیں اس بات کی گواہی دیتی ہیں

کہ دولت کا جمع کرنا اور کچھ طبقات کے درمیان اس کا مخصوص کرنا درست نہیں ہے، اور خزانوں کو روکنے سے، اور معاشرے میں دولت کی ایڈجسٹمنٹ کے حصول کے لیے خیرات کا حکم دیتے ہوئے، معاشی انصاف بنانا ضروری ہے.

زکوۃ کے فلسفہ کے بارے میں امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: «ان علة الزكاة من اجل قوت الفقراء و تحصين اموال الاغنياء.» (صدوق، بی تا: ۳۶۹) زکوۃ

کو قانون سازی کرنے کی وجہ غریبوں کو قوت فراہم کرنا اور امیروں کی دولت کو محدود کرنا ہے۔

امام خمینی فرماتے تھے:

"اسلام ملکیت کو قبول کرتا ہے، لیکن اسلام میں ایسے قوانین ہیں جو ملکیت کو کنڑول کرتے ہیں۔ اگر اسلام کے قوانین پر عمل کیا جائے تو کسی کے پاس بڑی زمینیں نہیں ہوں گی۔ اسلام میں ملکیت ایسی ہے کہ تقریبا everyoneہر کوئی ایک ہی سطح پر ہے۔ (درجست وجوی راہ از کلام امام، دفتر اول، ص۲۱.)

فقراء اور محرومین کی حمایت

غریب کی غربت اور محرومی خدائی مرضی اور مشیت الہی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ثروتمندوں کے جبر اور ان کے ذریعہ غریبوں کی املاک کی چوری کی وجہ سے ہے۔ انبیاء اور اولیاء کے اہداف غریبوں کو خوش کرنے کے لیے رہے ہیں۔ حضرت سلیمان صبح کے وقت امیروں کو سلام کرتے اور غریبوں کے پاس آتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کہتے کہ میں غریبوں کے ساتھ غریب ہوں (مجلسی، ۱۴۰۳ق: ۱۴، ۸۳.)

معراج کی رات، خدا نے اپنے نبی سے کہا: "امیروں سے دور رہو اور ان کے ساتھ بیٹھنے سے گریز کرو۔" (دیلمی، ۱۴۱۲: ۲۰۱.) قرآن پاک میں، خدا نبی سے فرماتا ہے: واصبرنفسک مع الذين يدعون ربّهم بالغداوةوالعشيّ يريدون وجهه و لاتعد عيناک عنهم تريد زينة الحيوة الدنيا ولاتطع منْ اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطا» (كهف/۲۸).

نبی نے خود آغاز سے انتہا تک زاہدانہ زندگی گزاری، اور اس کے سرپرست اور جانشین، علی علیہ السلام نے اپنی زندگی کو غریب ترین لوگوں کے ساتھ برابر کیا۔ (نہج البلاغہ، نامہ ۴۷.)

یقین محروموں کی حمایت کا مطلب غربت اور محرومی کو ختم کرنا، اسے برقرار نہ رکھنا ہے اور ان کی حمایت کرنا طبقاتی فرق کو ختم کرنا ہے۔

غارت ہوئی اموال کی واپسی:

بی عدالتی کے دوران میں، کچھ نے غیر قانونی طور پر جائیداد پر قبضہ کیا۔ غصب کی ہوئی دولت لوگوں کی ہے اور انہیں بیت المال میں لوٹا دینا چاہیے۔ امام علی علیہ السلام نے اپنی خلافت کے آغاز میں فرمایا: «والله لو وجدته قد تزوّج به النساء وملک به الاماء لرددته، فانّ فی العدلسعة و مَن ضاق علیه العدل فالجور علیه اضیق.» (جعفری،۱۳۷۶: ۳،۲۴۹.)

امکانات اور ثروت کی منصفانہ تقسیم:

قدرتی تحائف اور عوامی جائیداد معاشرے کے تمام افراد کی ہے اور ہر ایک کو ان تک یکساں رسائی حاصل ہے۔ یقینا، یہ اس حقیقت سے متصادم نہیں ہے کہ کچھ لوگ زیادہ کوشش کی وجہ سے زیادہ مستحق ہیں، بشرطیکہ زیادہ کوشش اور سرگرمی کے لیے سہولیات اور بنیادیں سب کے لیے دستیاب ہوں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب تھے اور مومنین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیدر تھے۔ علی علیہ السلام نے خزانے میں یکساں طور پر کام کیا اور کہا: "مجھے قرآن میں بنی اسماعیل اور اسحاق کی اولاد کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا" (حر عاملی، ۱۴۰۹ق: ۱۱،۸۱.) اور جب اس پر اعتراض کیا گیا تو پیغمبر نے فرمایا: اعطیتُ کماکان رسول الله یُعطی بالسویة ولم اجعلها دولةً بین الاغنیاء.» (کلینی، ١٤٠٧ ق: ٨، ٦٠.)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: «اهل الاسلام هم ابناء الاسلام اسوّی بینهم فی العطاء و فضائلهم بینهم و بین الله احملهم کبنی رجل واحد.» (حکیمی ۱۳۵۳ش: ۶،۳۷۲.)

اسلام کے پیروکار اسلام کے فرزند ہیں، میں خزانے کی ادائیگی میں ان کے درمیان مساوات کا مشاہدہ کرتا ہوں، اور ان کی خوبیوں کا تعلق ان کے خدا کے ساتھ تعلق سے ہے، اور میں ان کے ساتھ ایک شخص کے بچوں جیسا سلوک کرتا ہوں۔

حکومت کی تشکیل

بلاشبہ، سماجی انصاف کے حصول کا پہلا قدم حکومت بنانا اور معاشرے کی سیاسی طاقت کو سماجی انصاف کے حصول کے لیے ایک پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کرنا ہے۔

"خدا کے رسول، جو کئی سالوں سے طرز عمل میں ہیں، جب انہیں موقع ملا، انہوں نے انصاف لانے کے

لیے ایک سیاسی حکومت قائم کی۔" (خمینی، مصدر سابق)

احکام اسلامی کا اجرا

کسی بھی مکتب میں سماجی انصاف سمیت کسی بھی خیال کی تکمیل کے لیے ایک منصوبہ اور راستے کی ضرورت ہوتی ہے۔ امام خمینی کے سیاسی مکتب میں، سماجی انصاف کے حصول کا واحد پروگرام اسلام کے قوانین کا سختی سے نفاذ اور اس کی حقیقی پابندی ہے:

اگر اسلام کے قوانین کو نافذ کیا جائے تو اس کا نتیجہ معاشرتی انصاف ہے، دوسرے نظاموں کی کرپشن کے بغیر۔ اسلام کے قوانین میں سے ایک، جو اسلامی سماجی انصاف کی معاشی جہت کو سمجھنے اور امیروں کی دولت کو محروموں کے حق میں ایڈجسٹ کرنے میں اہم اور فیصلہ کن کردار ادا کرتا ہے، "سرمایہ داروں کی دولت کا آڈٹ کرنا اور اس سے محروموں کے حقوق الگ کرنا ہے۔" (خمینی، مصدر سابق)

عوامی ذمہ داری کا احساس

معاشرتی انصاف کا ادراک اور معاشرے میں ناانصافی کے مظہروں کے خلاف جنگ کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا تعلق صرف حکومت کے ایک حصے سے ہو

مقام قضا میں سماجی انصاف کا احترام

"جو مجرم ہے اسے سزا دی جانی چاہیے اور کسی کے مشورے کو قبول نہیں کیا جانا چاہیے۔ امام خمینی: میں نے یہ کئی بار کہا ہے، اگر مجھے کسی سے مشورہ ملتا ہے، میں اپنے دفتر سے کسی سے مشورہ لیتا ہوں، مجھے ان لوگوں سے مشورہ ملتا ہے جو میرے ہیں، دیوار سے ٹکرائیں! "جج کو کسی سے متاثر نہیں ہونا چاہیے۔" (خمینی، مصدر سابق) بلکہ حکومت کے تمام عناصر کا اس اہم معاملے میں فرض ہے اور انہیں ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے۔

نتیجہ

عدالت کا اصل معنی مساوات کا ہے۔ اور یہ معنی عام طور پر محسوس اور بیرونی معاملات میں، جیسے ترازو کے دو طرف، طرفین کے لئے واضح ہے، لیکن فیصلے کے میدان میں، انسانی نفس کی حالتیں، اور انسانی اعمال اور تعلقات، کو نظر میں رکھ کر معاملات کی عدالت کی پیمائش کی جاتی ہے۔ مفہوما جسے حق یا حد کہتے ہیں۔ لہٰذا، ایسے معاملات میں مساوات کے مفہوم کو "حقوق کی پاسداری" سے تعبیر کیا جاتا ہے.

عدالت اجتماعی کی بہت بڑی حیثیت اور اہمیت ہے۔ سماجی انصاف کا حصول انبیاء کا ہدف اور اسلامی انقلاب کا مقصد رہا ہے اور ظالم حکومت کے خلاف جدوجہد کے ساتھ ساتھ دشمن شناسی اور عدالت کو دوست و دشمن سب پر مساوی نافذ نہ کرنے کی ضرورت کو نظرانداز کرنے کے سنگین نتائج ہوں گے۔ اسلامی معاشرے میں یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں تمام طبقات کو مساوی حقوق دے. حکومت کو قانون اور قانونی اصولوں کے تحت چلنا چاہیے اور عہدیداروں کو اپنے لیے خصوصی مراعات نہیں لینی چاہئیں۔اور ہمیشہ عوام کے خادم جان کر محروموں کے حق میں طبقاتی خلا کو پر کرنے کی کوشش ہو۔ اس مکتب میں، سماجی انصاف کا ادراک حتمی مقصد نہیں ہے اور معاشرے میں روحانی اور انسانی کمال حاصل کرنے کا ایک درمیانی مقصد ہے۔

عدالت اجتماعی میں حقوق کی پاسداری کی شرط یہ ہے کہ، اول: فوائد صرف ان سے مخصوص ہے جو اس کو حاصل کرنے کے حقدار ہیں۔ دوم: ادائیگی کی راہ میں کوئی امتیازی سلوک نہ کیا جائے اور تیسرا: افراد کے حقوق بغیر کسی کوتاہی کے اور حقوق برابر ادا کیے جائیں۔

منابع

✓ قرآن کریم

✓ نہج البلاغہ

۱. ابن اثیر جزری، مبارک بن محمد، (۱۳۶۷ش) النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، قم، موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان.

۲. ابن بابویہ، محمد بن علی، (۱۳۸۵ش / ۱۹۶۶م. ق) علل الشرائع، قم، کتاب فروشی داوری.

۳. ابن منظور، محمد بن مکرم، (۱۴۱۴ق) لسان العرب، بیروت، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع _ دار صادر.

۴. بیات، عبد الرسول، (۱۳۹۸) فرہنگ واژہ ہا، مہر. اندیشہ و فرہنگ دینی | سازمان مطالعہ و تدوین کتب علوم انسانی دانشگاہ ہا.

۵. تمیمی آمدی، عبد الواحد بن محمد، (۱۴۱۰) غرر الحکم ودرر الکلم، قم، دار الکتاب الاِسلامی.

۶. جوادی آملی، عبد اللہ، (۱۳۹۳) فلسفہ حقوق بشر، اسراء.

۷. حکیمی، محمد رضا و حکیمی، محمد و حکیمی، علی، (۱۳۵۳ش) الحیاۃ، مترجم: آرام، احمد، تہران، دفتر نشر فرہنگ اسلامی، .

۸. دیلمی، حسن بن محمد، (۱۴۱۲) إرشاد القلوب، الشریف الرضی، قم، .

۹. سید قطب، (۱۳۷۹) عدالت اجتماعی در اسلام، ترجمہ سید ہادی خسرو شاہی و محمد علی گرامی، انتشارات سورہ.

۱۰. شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، (۱۴۰۹ق) وسائل الشیعۃ، قم، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام.

۱۱. صحیفہ امام، دورہ بیست و دو جلدی، (۱۳۷۸) تہران: موسسہ تنظیم و نشر آثار امام خمینی، پاییز، چاپ اول.

۱۲. صدر، سید محمد باقر، اقتصادنا، انتسارات اسلامی، بیروت، بی تا.

۱۳. طباطبایی، محمد حسین، المیزان، (۱۴۱۷ق) بیروت مؤسسہ اعلمی للمطبوعات، ، طبع اول.

۱۴. عسکری، حسن بن عبد اللہ، (۱۴۰۰ق) الفروق فی اللغۃ، بیروت، ناشر: دار الآفاق الجدیدۃ، .

۱۵. فراہیدی، خلیل بن احمد، (۱۴۰۹ق) کتاب العین، قم، ناشر: نشر ہجرت.
۱۶. قرشی بنابی، علی اکبر، (۱۴۱۲ق) قاموس قرآن، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ، چاپ: ششم.
۱۷. کلینی، محمد بن یعقوب، (۱۴۰۷ق.) الکافی، تہران، دار الکتب الاسلامیۃ.
۱۸. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، (۱۴۰۳ق.) بحار الانوار، بیروت، ناشر: دار إحیاء التراث العربی.
۱۹. مصطفوی، حسن، (۱۳۶۸ش) التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، تہران، وزارت فرہنگ وارشاد اسلامی.
۲۰. مطہری مرتضی، (بی تا) عدل الہی، تہران قم انتشارات صدرا،.
۲۱. مطہری، مرتضی (بی تا) پیرامون انقلاب اسلامی، تہران: صدرا.
۲۲. مطہری، مرتضی (۱۳۷۲ش) مقدمہ ای بر جہان بینی اسلامی، انتشارات صدرا،.
۲۳. معجم مقاییس الغہ، (بی تا) ابن فارس، بیروت،.
۲۴. آرام، احمد، (۱۳۸۰ش) الحیاہ باترجمہ احمد آرام، تہران: دفتر نشر فرہنگ اسلامی.
۲۵. حمید مولانا، (بی تا) امام علی وابعاد عدالت، کتاب نقد، شمارہ ۱۸.
۲۶. وشنوی، محمد قوام (۱۴۱۶ق) حیاۃ النبی ﷺ وسیرتہ، دار الاسوہ.
۲۷. مالکی، ابن صباغ (۱۴۲۲ق)، الفصول المہمۃ، دار الحدیث.
۲۸. جعفری، علامہ محمد تقی (۱۳۷۶) شرح نہج البلاغہ، تہران، دفتر نشر فرہنگ اسلامی.